در کفے جامِ شریعت، در کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

بیادگار

حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی
رحمۃ اللہ علیہ

پندرہ روزہ

پشاور

الحسن

شاہ محمد غوث اکیڈمی، یکہ توت، پشاور

شاہ محمد غوث اکیڈمی پشاور کا علمی مجلہ بیادگار حضرت ابو البرکات سید حسن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ

رجسٹرڈ نمبر پی ۳۶۹

پندرہ روزہ

الحسن پشاور

مدیر اعلیٰ
فقیر محمد امیر شاہ
قادری گیلانی

منتظم اعلیٰ
سید غلام الحسنین
قادری گیلانی

شمارہ نمبر ۱۸ جلد نمبر ۲

۱۶ جولائی ۱۹۹۳ء ۲۵ محرم ۱۴۱۴ھ

مدیر اعلیٰ (فقیر) محمد امیر شاہ قادری گیلانی نے رضوان پرنٹرز قصہ خوانی بازار پشاور سے
طبع کر کے یکہ توت پشاور سے شائع کیا

فہرست مضامین

۱۔ شذرہ	مدیر اعلیٰ	۲
۲۔ نعت شریف	پروفیسر خاطر غزنوی	۴
۳۔ تفسیر القرآن الحسنیہ	مدیر اعلیٰ	۵
۴۔ منظوم ترجمۂ اردو سورۂ یوسف	صوفی مشتاق احمد ایم اے	۱۵
۵۔ انوارِ علی کرم اللہ وجہہ	مدیر اعلیٰ	۱۶
۶۔ سیر السلوک الی ملک الملوک	مدیر اعلیٰ	۲۶
۷۔ تبصرۂ کتب	سید انور شاہ قادری	۲۸
۸۔ نوجوانوں میں ادبی ذوق	سید مجاہد حسین کاظمی	۳۱

قیمت/۶ روپے

شذرہ

مدیر اعلیٰ

الحمدللہ کہ محرم بخیر گذشت

گذشتہ برس محرم کے تلخ ترین واقعات کے بعد امسال بھی انتہائی ناگفتہ بہ افواہیں گردش کر رہی تھیں جن کے باعث درد مند مسلمان پریشان تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ حسب سابق سازشیوں کو اپنی چالبازیوں کے ذریعہ اُمت مسلمہ میں اختلاف وافتراق پیدا کرنے کا موقع مل جائے۔

مگر اہل سرحد نے عموماً اور اہالیانِ پشاور نے خصوصاً اپنی بُردباری، صبر و تحمل، مروت اور اتفاق و اتحاد کا عملی ثبوت پیش کرتے ہوئے انتہائی محبت و رفاقت کے ساتھ ایام عاشورا گزارا۔ ع

آفریں باد بریں ہمتِ مردانۂ تو

پشاور کی انتظامیہ خصوصاً پولیس نے بھی اپنی فرض شناسی اور بیدار مغزی سے نظم و ضبط کو برقرار رکھا جو انتہائی قابل ستائش ہے۔ نیز سنی و شیعہ حضرات پر مشتمل امن کمیٹیوں نے بھی پولیس کے ساتھ بھرپور

تعاون کرتے ہوئے قابل مبارکباد قدم اٹھایا جس کی بدولت فتنہ پرداز اپنے ناپاک عزائم میں کامیاب نہ ہو سکے۔

شاہ محمد غوث اکیڈمی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے انتظامیہ پولیس اور صوبہ سرحد کے مخلص عوام سے یہ توقع رکھتی ہے کہ وہ تمام اسلامی ایام مبارکہ میں اسی طرح اتحاد و یکانگت کا مظاہرہ کرتے ہوئے فتنہ پردازوں کو کامیاب ہونے کا موقع فراہم نہیں کریں گے۔

نعت شریف

پروفیسر محمد ابراہیم بیگ خاطر غزنوی سابق چیئرمین
شعبۂ اردو پشاور یونیورسٹی

مَیں ذرّہ ہُوں اور ذرّہ کب کوہ کی رفعت جانے ہے
میں قطرہ ہوں اور قطرہ کیا بحر کی عظمت جانے ہے
اِک مدّت سے ہے جو دِل میں شوقِ نہایت جانے ہے
میری تڑپ دیکھی ہے خُدا نے میری بابت جانے ہے
جس جانب بھی جاؤں مجھ پر اُنگلیاں اُٹھ اُٹھ جاتی ہیں
مَیں عاصی ہوں، اور ہر عاصی عہدِ شفاعت جانے ہے
نیلی دُکاں سے سبز مکاں تک ایک سفر کی حسرت ہے
وہ دانا ہے وہ بینا ہے میری نیّت جانے ہے
دیدہ و دِل میں دیدہ و دل کی صورت نقش ہے ایک حجر
میرا دِل ہی میرے لبوں میں لمس کی حسرت جانے ہے
جنّت ایک تصوّرِ خوشبو، رنگ، لطافت، عشرتِ دل
میرا دل تو کُوئے رسول کی خاک کو جنّت جانے ہے

أَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيهِ
ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ ج
يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ فِىٓ
اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ
حَذَرَ الْمَوْتِ ط وَاللّٰهُ مُحِيطٌ
بِالْكٰفِرِينَ ﴿۱۹﴾ يَكَادُ الْبَرْقُ
يَخْطَفُ أَبْصَارَهُمْ ط
كُلَّمَآ أَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا
فِيهِ قلے وَإِذَآ أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ
قَامُوا ط وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ
بِسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ ط
إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ ﴿۲۰﴾

یا پھر (منافقین کی مثال) موسلادھار بارش کی مانند ہے جو کہ آسمان سے برسے جس میں تاریکیاں ہوں، گرج ہو اور بجلی ہو، رکھ لیتے ہیں اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں کڑک سے اندیشۂ موت کے باعث اور اللہ تعالیٰ گھیرے ہوئے ہے کافروں کو، قریب ہے کہ بجلی اُچک لے جائے اُن کی بینائی جب کبھی کہ روشن ہوتا ہے ماحول اُن کا تو چلتے ہیں اس میں اور جب تاریکی چھا جاتی ہے اُن پر تو کھڑے رہ جاتے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو البتہ اُن کی سماعت اور بینائی کی قوت سلب کر لے، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر ایک شے کے کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔

لُغت أَوْ: اس کے معنی ہیں۔ یا، خواہ، یہاں تک، مگر، جبکہ، اگرچہ، کیا — یہ حرف عطف ہے اور مختلف قسم کے معانی شک، ابہام، تخییر، اباحت اور تفصیل کے لئے آتا ہے۔ کوفہ والوں کے خیال میں واؤ اور بل کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ کبھی اِلٰی اور اِلّا کے معنی بھی دیتا ہے۔ اِن تمام معانی میں اَوْ عاطفہ اور واؤ ساکن ہوگا اور جب توضیح، التقریر یا رد یا انکار یا استفہام کے لئے ہوگا۔ تو

واؤ مفتوح ہوگا۔ صَیِّبٌ : موسلا دھار بارش، زوردار مینہ، یہ صَوْبٌ سے فَیْعِلٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ صَوْبٌ کے معنی اوپر سے نشیب کی طرف آنے، نازل ہونے اور برسنے کے ہیں۔ ظُلُمٰتٌ : یہ ظُلْمَۃٌ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں تاریکی، اندھیرا، سیاہی۔ یہ نور کی ضد ہے۔ رَعْدٌ : گرج، کڑک گڑگڑاہٹ۔ یہاں پر مصدر کے معنوں میں ہے۔ بَرْقٌ : بجلی، چمک۔ اَلصَّوَاعِقِ : کڑک، یہ صَاعِقَۃٌ کی جمع ہے، بادلوں کے باہم شدید ٹکرانے کی وجہ سے جو ہولناک آواز اور آگ پیدا ہوتی ہے اور جس چیز پر گرے اُسے بھسم کر دیتی ہے اسے عربی میں صاعقہ کہتے ہیں۔ حَذَرَ : حَذِرَ، یَحْذَرُ کا مصدر ہے، اس کے معنی ہیں ڈر، اندیشہ، کسی چیز سے بچاؤ کا سامان کرنا۔ یَکَادُ : واحد مذکر غائب مضارع کا صیغہ ہے، قریب اور نزدیک کے معنوں میں مستعمل ہے۔ افعالِ مقاربہ سے ہے اور فعلِ مضارع پر داخل ہوتا ہے۔ یَخْطَفُ : خَطِفَ، یَخْطَفُ خَطْفًا، اُچک لے جانا، جھپٹ لے جانا۔

تفسیر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس آیۂ کریمہ میں منافقین کی جو مثال بیان فرمائی ہے۔ اس کی تفسیر کرتے ہوئے مفسرِ قرآن امام ابی جعفر محمد بن جریر الطبری المتوفی سنہ ۳۱۰ھ ہجری نے جناب سدی کبیر کے طریق سے بروایت ابی مالک بحوالہ ابن عباس اور جناب مرہ سے بحوالہ ابن مسعود اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین یہ روایت بیان فرمائی ہے۔

”وحدثنی موسیٰ بن ھٰرون قال حدثنا عمرو قال حدثنا اسباط عن السدّی فی خبر ذکرہ عن ابی مالک وعن ابی صالح عن ابن عباس وعن مرّہ عن ابن مسعود وعن ناس من اصحاب النبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم او کصیب من السماء فیہ ظلمات ورعد وبرق الیٰ ان اللہ

۱؎ عبدالرشید نعمانی، لغات القرآن، ندوۃ المصنفین دہلی ۱۹۴۳ء، ج ۱، ص ۲۹۰

علی کل شئ قدیر اما الصیب والمطر کان رجلان من
المنافقین من اہل المدینۃ ہربا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم الی المشرکین فاصابہما ہذا المطر الذی ذکر اللہ
فیہ رعد شدید وصواعق وبرق فجعلا کلما اضاء لہما
الصواعق جعلا اصابعہما فی اذانہما من الفرق ان تدخل
الصواعق فی مسامعہما متقتلاہما واذا لمع البرق مشوا فی ضوئہ
واذا لم یلمع لم یبصرا قاما مکانہما لا یمشیان فجعلا یقولان
کیتنا قد اصبحنا فنأتی محمدا فتضع ایدینا فی یدہ فاصبحا
فاتیاہ فاسلما ووضعا ایدیہما فی یدہ وحسن اسلامہما
فضرب اللہ شان ہذین المنافقین الخارجین مثلا
للمنافقین الذین بالمدینۃ وکان المنافقون اذ احضروا
مجلس بنبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم جعلوا اصابعہم فی
اذانہم فرقا من کلام النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان
ینزل فیہم شئ او یذکروا بشئ فیقتلوا کما کان
ذانک المنافقان الخارجان یجعلان اصابعہما فی
اذانہما واذا اضاء لہم مشوا فیہ فاذا کثرت اموالہم
وولدلہم الغلمان واصابوا غنیمۃ او فتحا مشوا فیہ وقالوا
ان دین محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم دین صدق فاستقاموا
علیہ کما کان ذانک المنافقان یمشیان اذا اضاء لہما البرق
مشوا فیہ واذا اظلم علیہما قاموا فکانوا اذا ہلکت اموالہم
وولد ہم الجواری واصابہم البلاء قالوا ہذا من اجل
دین محمدؐ فارتدوا کفارا کما قام ذانک المنافقان حین اظلم

البرق علیہما"۔[1]

(دو منافق سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حضور سے مشرکین میں شامل ہونے کے لئے مدینہ سے چلے۔ راستہ میں اُن کو ایسی ہی بارش نے آلیا جس کی نسبت اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ اس میں رعد، برق اور ظلمت تھی۔ جب کڑک کی ہولناک آوازیں انھیں سنائی دیتیں تو وہ موت کے ڈر سے کانوں میں اُنگلیاں ٹھونس لیتے، جب بجلی چمکتی تو اس کی روشنی میں چل پڑتے۔ اور جب نہ چمکتی تو انھیں کچھ دکھائی نہ دیتا تو کھڑے رہ جاتے اسی طرح گرتے پڑتے اپنے ٹھکانے پر پہنچے اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ جلدی صبح کرے تاکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمتِ مبارک میں حاضر ہو کر ان کے دستِ اقدس میں اپنا ہاتھ دے کر حضور کی بیعت کریں۔ چنانچہ جب صبح ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے اور سچے دل سے اسلام قبول کیا۔ دین میں کامل ہو گئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان دونوں منافقوں کی کیفیت کو مدینہ منورہ کے منافقین کے لئے مثل بنا دیا کیونکہ ان کی حالت بھی انہی کے مشابہ تھی جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحبتِ انور میں تشریف لاتے تو کانوں میں انگلیاں دیئے رہتے کہ کبھی کوئی ایسی آیت نہ سُن لیں جو ان کے بارے میں نازل ہوئی ہو یا یہ کہ ایسی بات کا ذکر نہ سن پائیں کہ جو اِن کے قتل کا سبب بن جائے جیسا کہ وہ دونوں انگلیاں کانوں میں دیتے اور اندھیرے میں کھڑے ہو جاتے۔ منافقین کی یہ حالت تھی کہ جب ان کے پاس مال واولاد کی فراوانی ہو جاتی اور جہاد میں فتح کے بعد انھیں بھی مالِ غنیمت سے حصہ ملتا تو اسلام کی اتباع کرنے لگ جاتے اور کہتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دین تو بالکل سچا ہی معلوم ہوتا ہے اور کچھ دیر تک دین اسلام پر چلنے لگتے جس طرح کہ وہ دونوں بجلی کی چمک میں

[1] ابی جعفر محمد بن جریر طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ ج ۱ ص ۱۱۹

چل پڑتے تھے اور جب منافقوں کے مال و اولاد پر کوئی آفت آجاتی تو کہتے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کے باعث ہم پر یہ مصیبت آئی ہے اور وہ کافر ہو جاتے تھے جیساکہ وہ دونوں بھی جب بجلی نہ چمکتی تو اندھیرے میں حیران و پریشان کھڑے رہ جاتے)

اس آیۂ کریمہ میں منافقین کی کیفیات کے اظہار کے لئے مختلف تشبیہات بیان ہوئی ہیں۔ حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان تشبیہات کی جو وضاحت بیان کی ہے اس کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔

"رَعْدٌ سے مراد وہ آیات ہیں جو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والی ہیں۔ بَرْقٌ سے مراد فتوحات اور غنائم کثیرہ ہیں جنھیں منافقین حاصل کرتے تھے اور اس سبب سے انھیں اتباع اور ظاہری اطاعت سہل تھی اور تکلیفوں کی تاریکی دفع ہوتی تھی، یا برق سے مراد وہ واضح و روشن دلائل ہیں جو راہِ راست کی طرف بلا رہے ہیں اور عبادات کی مشقت کو سہل و آسان کر رہے ہیں۔ کانوں میں انگلیاں ڈینے کی وجہ رعد اور کڑک ہے کہ خوف کے سبب کانوں میں انگلیاں دے لیتے اور آپس میں کہتے تھے کہ اس قرآن کو نہ سنو اور اس میں بک بک نہ کرو شاید تم ہی غالب آجاؤ اور یہ جو فرمایا کہ موت کے ڈر سے کانوں میں انگلیاں دیتے ہیں تو اس کا مطلب اس تقدیر پر یہ ہے کہ انھیں یہ خوف لگا رہتا تھا کہ اگر ہم ایمان لے آئیں تو عبادتوں کی محنت و مشقت میں پڑ جائیں گے اور جو کبھی جہاد کا نمبر آگیا تو قتل و قتال کرنا ہوگا۔ سو یہ قتل و قتال اور عبادات کی تکلیف ان کی نظر میں بمنزلۂ موت تھی"۔ مزید لکھتے ہیں کہ:

"میں کہتا ہوں ممکن ہے کہ ظلمات سے مراد آیات متشابہات ہوں کہ جو رائے و عقل سے سمجھ میں نہیں آسکتیں اور برق سے مراد آیات محکمات ہوں کہ جو عقول متوسط سے سمجھ میں آسکیں تو مومن خالص اور فرقہ ناجیہ اہلسنت

تو یہی کہتے ہیں کہ ہم سب پر ایمان لاتے ہیں خواہ ہماری سمجھ میں آئیں یا نہ آئیں جو کچھ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جن کے دل میں نفاق اور کجی ہے وہ فساد و فتنہ ڈالتے اور اپنی رائے کے موافق آیات میں تاویلات باطلہ کرتے ہیں اور اگر اس کی ممانعت سُنائی جاتی ہے تو کان بند کر لیتے ہیں اور حَذَرَ الْمَوْتِ میں اس توجیہہ کے موافق موت سے مراد آیات کے وہ معانی حقہ ہیں کہ جو اُن کی ناقص رائے اور ان کے باطل مذہب کے موافق و معین نہیں ہیں کیونکہ ان معانی کو گویا وہ موت سمجھتے ہیں اور قرآن کو اپنی کجی رائے کے موافق بنانا چاہتے ہیں کُلَّمَا اَضَآءَ لَهُمْ یعنی جب کوئی حکم اُن کی ناقص رائے کے موافق ہوتا ہے۔ تو اس کا اتباع کرتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں۔ وَاِذَا اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا یعنی جب ان کی عقل وہاں تک نہیں پہنچتی تو اس پر ایمان لانے سے توقف کرتے ہیں اور اپنی فاسد رائے کے مطابق اس کی تاویل کی فکر میں لگ جاتے ہیں۔ پس ایسی تاویلات باطلہ کرنے والوں کے بہت سے فرقے ہو گئے بعض تو یہ کہتے ہیں کہ ہر موجود، مجسم ہی ہوتا ہے اور ہر شئے کا مثل ہو سکتا ہے توان کی عقل کو اس طرف رسائی کبھی نہیں ہوئی کہ کوئی موجود غیر ذی جسم اور بے مثل بھی ہوتا ہے اسی بنا پر تنزیہہ باری تعالیٰ کا انکار کر بیٹھے اور حق تعالےٰ کے لئے جسم ثابت کر دیا تو یہ مجسمہ بن گئے اور بعض نے رویت کا انکار کیا۔ اور بعض نے عذاب قبر کو اور وزن اعمال کو اور صراط وغیرہ کو نہ مانا اور بعض نے قرآن کے غیر مخلوق ہونے سے انکار کیا۔ حالانکہ قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ یہاں تک کہ بہتر (۷۲) فرقے ہو گئے۔ رافضی، خارجی، معتزلہ، مجسمہ وغیرھا گویا یہ سب زبانِ حال سے کہہ رہے ہیں۔ کہ نُؤْمِنُ بِبَعْضِ الْکِتٰبِ وَنَکْفُرُ بِبَعْضٍ یعنی ہم کتاب کے بعض حصہ پر تو ایمان لاتے ہیں اور بعض کا انکار و کفر کرتے ہیں۔ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ

تغیر

بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ یعنی اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان کے کانوں اور آنکھوں کو ضائع فرما دیتا کیونکہ انھوں نے کتاب اللہ کو اپنی رائے کے تابع بنا لیا۔[۳]

یہ تمام رکوع وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ سے آخر تک سب کا سب بنی نوع انسان کی ہدایت و رہنمائی کے لیئے انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ اور اس میں انسان کی زندگی کے اعتقادی اور عملی پہلوؤں کے رہنما اصول بیان کیئے گئے ہیں اور منافقوں کی نشانیاں بیان کی گئی ہیں۔ ان آیات میں بیان کیئے گئے اعتقادات بد اور افعالِ قبیحہ کو ترک کر کے ایک انسان انسانیتِ ناقصہ سے نکل کر انسانیتِ کاملہ کے زمرے میں داخل ہو سکتا ہے۔ اور اس کے نتیجے میں ایک ایسا صالح معاشرہ قائم کرنے میں مدد مل سکتی ہے جو منافقت سے پاک ہو، صداقت و امانت اور اخلاق حسنہ کا مظہر ہو۔ حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نہایت ہی مؤثر انداز میں اس پورے رکوع پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالتے ہوئے اُن تمام فتنوں کی نشاندہی فرمائی ہے جو کہ اس وقت حشرات الارض کی طرح ہمارے اندر پیدا ہو چکے ہیں اور ان سے بچنا وقت کی ایک اہم ضرورت ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ سے آخر رکوع تک تمام آیات اہل ہوا کے بہتر کے بہتر فرقوں کو کہ جنہوں نے اپنے دین میں اختلاف ڈال دیا اور سب کے سب اپنے حال میں مست ہو گئے، متضمن اور شامل ہوں گی۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ یعنی بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور آخرت پر ایمان لائے یعنی ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں۔ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ حالانکہ وہ ایمان والے نہیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن احکام کو لائے ہیں ان سب پر ایمان نہیں لائے۔ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا یعنی اللہ اور مومنین کو دھوکا دیتے

[۳] قاضی ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری [illegible]

ہیں۔ وَمَا یَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَھُمْ وَمَا یَشْعُرُوْنَ ۔ یعنی وہ اپنے آپ
ہی کو دھوکا دیتے ہیں لیکن اس کو سمجھتے نہیں بلکہ یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم حق پر ہیں۔
اور قرآن کے یہی معنی ہیں جو ہم نے تراشے ہیں۔ سُنو! بے شک یہ لوگ جھوٹے ہیں۔
فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ یعنی ان کے دلوں میں کجی ہے فَزَادَھُمُ اللّٰہُ مَرَضًا
اللہ نے ان کی کجی کو بڑھا دیا چنانچہ شیطان نے ان کے دلوں میں تاویلاتِ فاسدہ ڈال
دیں۔ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ بِمَا کَانُوْا یَکْذِبُوْنَ ۔ یعنی ان کے لئے اللہ تعالیٰ
پر جھوٹ باندھنے اور ظاہر نصوص کی تکذیب کرنے کے سبب سخت عذاب ہے۔
وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ اور جب ان کو کہا جاتا ہے کہ زمین
میں فساد مت کرو یعنی آیات میں تحریف مت کرو اور دینِ مستقیم میں کجی مت
ڈالو۔ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ تو کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح ہی کرتے ہیں۔
اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰکِنْ لَّا یَشْعُرُوْنَ ۔ آگاہ رہو بے شک وہی
فسادی ہیں کہ تاویلاتِ باطلہ کر کے فتنہ ڈالتے ہیں لیکن سمجھتے نہیں۔ وَاِذَا قِیْلَ
لَھُمْ اٰمِنُوْا کَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ یعنی جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ایمان لے آؤ
جیسا کہ لوگ ایمان لائے یعنی اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و اہل بیت اور
عامۂ مسلمین یعنی اہل سنّت و جماعت کیونکہ سب فرقوں میں سب سے زیادہ ماشاء اللہ
یہی ہیں اور اکثر کو کل کا حکم ہوتا ہے۔ چنانچہ ترمذی نے ابن عباس سے موقوفاً روایت
کیا ہے کہ جماعت پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ یعنی حفاظت ہوتی ہے۔ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ
کَمَآ اٰمَنَ السُّفَھَآءُ تو کہتے ہیں کہ کیا ہم ایسا ایمان لے آئیں جیسے کہ بیوقوف
لوگ ایمان لے آئے، مومنین کو وہ بے وقوف اس وجہ سے کہتے تھے کہ اُن کے
عقائد اُن کی رائے کے موافق نہ تھے اور یہ کلمہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی شان میں یا تو
صراحتاً کہتے تھے جیسے روافض و خوارج یعنی اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو

اور کہتے تھے کہ یہ عقائد کچھ سمجھ میں نہیں آتے۔ وَ اِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ الآیہ۔
اس آیت سے اللہ تعالیٰ اُن مذاہب باطلہ کے فساد اور خرابی و فتنہ کو بیان فرماتا ہے
اور مومنین سے ملنے کے وقت جو وہ ایمان کا دعویٰ کرتے اور کہتے تھے کہ ہم مومن ہیں
اس کی وجہ یہ تھی کہ مومنین کو اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے موافق زمین کا خلیفہ بنا
دیا تھا اور جو دین ان کے لئے پسند فرمایا تھا اس پر ثابت قدم کر دیا تھا اس لئے وہ منافق
اہل حق سے ڈرتے تھے اور مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ کی دو تفسیریں
ہو سکتی ہیں۔ یا تو یہ منافقین اور اہل ہوا دونوں کے لئے مثل ہو کیونکہ اہل ہوا کا
ایمان اور اس کے نور کی چمک ایسی ہی ہے۔ جیسے آگ جلانے والے کی روشنی کہ
وہ صرف اس کے ارد گرد ہی ہوتی ہے۔ اسی طرح اہل ہوا کا ایمان بھی صرف دنیا ہی
میں ان کو نفع دیتا ہے جب موت آئے گی تو وہ ایمان ان کے کام کا نہیں اور
اللہ تعالیٰ اِس نور کو ضائع فرما دے گا۔ اور یا یہ صرف منافقین کی مثل ہو اور اَوْ
كَصَيِّبٍ اہل ہوا کی مثل ہو اس تقدیر پر لفظ اَوْ ۔۔۔ اَوْ كَصَيِّبٍ میں تقسیم کیلئے
ہوگا یعنی اس سے یہ سمجھا جائے گا کہ پہلی مثل تو ایک خاص فریق کی ہے یعنی
منافقین کی اور دوسری مثل دوسرے خاص گروہ یعنی اہل ہوا کی ہے۔ اس کا
یہ مطلب نہیں کہ دونوں مثل ایک ہی گروہ کی ہوں اور لفظ اَوْ اختیار دینے کیلئے
مستعمل ہو جیسا کہ آیۂ مبارکہ اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ
وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ میں اَوْ توزیع کا
ہے اگر اس توجیہ پر جو مذکور ہے کوئی معترض یہ کہے کہ اس مثل کو اہل ہوا کے
حق میں کہنا کیوں کر بن سکتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں تو
اُن کا نام و نشان بھی نہ تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کے خطابات بالاتفاق
سب کو شامل ہیں خواہ وہ اس زمانے میں موجود ہوں یا بعد میں موجود ہوں۔ دیکھو آیۂ
فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ تمام اہل ہوا کی شان میں ہے حالانکہ

وہ سب کے سب زمانۂ خیر میں موجود نہ تھے اور اگر کوئی کہے کہ ان آیات کا نزول منافقین کے ہی حق میں ہے۔ احادیث اور علمائے سلف کی تفسیریں اس پر صاف صاف دلالت کرتی ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہ آیات منافقین کے بارے میں ہیں لیکن مورد کی خصوصیت لفظِ عام کی تخصیص کو مقتضی نہیں ہے پس اس وجہ سے یہ آیات اگرچہ منافقین کے بارے میں نازل ہوئیں لیکن بسبب عموم الفاظ کے اہلِ ہوا کو بھی شامل ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم[1]۔

---

[1] قاضی ثناء اللہ، تفسیر مظہری اردو ترجمہ عبدالدائم جلالی ایچ ایم سعید کمپنی کراچی سنہ ۱۹۸۰ء ج ۴ ص ۵۵

منظوم اردو ترجمہ سورہ یوسف

الحاج صوفی مشتاق احمد صاحب ایم اے سالق پرنسپل گورنمنٹ ہائی سکول پشاور

قَالُوٓا اَضۡغَاثُ اَحۡلَامٍ ۚ

(سنا بیاں انہوں نے تو شہ سے عرض کیا) نہیں خیال پریشاں سے بڑھ کے یہ رویا

وَمَا نَحۡنُ بِتَاۡوِيۡلِ الۡاَحۡلَامِ بِعٰلِمِيۡنَ ﴿۴۴﴾

نہیں ہیں جانتے ہم ایسے خواب کی تعبیر جو ہو پریشاں خیالات کی مگر تصویر

وَقَالَ الَّذِىۡ نَجَا مِنۡهُمَا

(تھے جیل خانے میں یوسف کے ساتھ دو ساتھی) ان دونوں میں سے رہا ہو کے جو بنا ساقی

(وہ شخص شاہ کے دربار میں تھا بیٹھا ہوا باتیں شاہ کے درباریوں کی تھا سن رہا)

وَادَّكَرَ بَعۡدَ اُمَّةٍ

سن لیں اس نے جو امراءِ شاہ کی باتیں بعد عرصہ کے یاد آئیں جیل کی باتیں

وَقَالَ ... اَنَا اُنَبِّئُكُمۡ بِتَاۡوِيۡلِهٖ فَاَرۡسِلُوۡنِ ﴿۴۵﴾

باحترام و بصد انبساط اس نے کہا (میں جانتا ہوں اک ایسے شخص کو شاہا)

(جو جانتا ہے بلاریب خوابوں کی تعبیر) اجازت جیل تلک ہو تو لاؤں میں تعبیر

يُوۡسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيۡقُ اَفۡتِنَا

(چنانچہ پا کے اجازت وہ جیل خانے گیا اور اس نے یوسف والا گہر سے عرض کیا

اے یوسف اے مرے سچے بھائی اے ہمدم بتائیں خواب کا مطلب کہ ہیں پریشاں ہم

فِىۡ سَبۡعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاۡكُلُهُنَّ سَبۡعٌ عِجَافٌ

ست گائیں ہیں موٹی اور ست ہیں دبلی موٹی گائیوں کو کھائے جاتی ہیں دبلی

(جاری ہے)

حدیث ۵/۱۲ اخبرنی زکریا ابن یحیی السجستانی قال حدثنا نصر بن علی قال انبانا عبد اللہ ابن داود عن عبد الواحد ابن ایمن عن ابیہ اَنَّ سعدًا قال قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لَاَدْفعنَّ الرّایۃ الی رجل یحبّ اللہ ورسولہ ویحبّہ اللہ ورسولہ یُفتح علی یدیہ فاستشرف لھا اصحابہ فدفعھا الی علیؑ۔

ترجمہ جناب سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ضرور بالضرور میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوست رکھتا ہے نیز خداوندِ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شخص سے محبّت کرتے ہیں۔ جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح دے گا۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر ایک صحابی اس کا خواہش مند ہوا تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ جھنڈا (حضرت) علی کرم اللہ وجہہ الکریم) کو دے دیا۔

حل لغت فَاسْتَشْرَفَ۔ خواہش مند ہوئے۔ اِسْتِشْرَاف۔ مصدر ہے۔ جس کے معنی ظلم کرنا۔ کسی چیز کو آنکھ اٹھا کر دیکھنا اچھی طرح غور کر کے دیکھنا۔ طلب کرنا۔ خواہش کرنا۔ امید رکھنا کے ہیں۔

تشریح ارشاد ہے "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر ایک صحابی رضی اللہ عنہ اس کا خواہش مند ہوا" یعنی جناب سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جو کہ جنگِ خیبر میں موجود تھے یہی امید رکھتے تھے اور ہر ایک کی یہی خواہش تھی کہ یہ فتح و ظفر والا جھنڈا کل صبح اسے ملے۔ ارشاد ہے۔ "تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ جھنڈا (حضرت) علی کرم اللہ وجہہ الکریم) کو دے دیا" یعنی رحمت اللعالمین، شفیع المذنبین،

عالم علوم اولین و آخرین جناب احمد مجتبیٰ حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فتح و نصرت کا نشان جنگ خیبر میں مولائے کائنات اسد اللہ الغالب علی کل غالب امیر المومنین علی المرتضیٰ کو مرحمت فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کرم اللہ وجہہ الکریم کی برکت، وسیلہ اور مجاہدانہ عزم و یقین کی بدولت لشکر اسلام کو کامیابی و کامرانی سے ہم کنار فرمایا۔ حضور سرور عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی "یفتح علی یدیہ" "جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح دے گا" نہایت ہی قابل غور اور لائق توجہ ہے۔ گویا سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ علم تھا کہ فتح ہوگی۔ نیز یہ بھی جانتے تھے کہ جناب علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے ذریعہ اور ان کے زیر کمان یہ جنگ لڑی جائے گی۔ اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم غیب اور امام الاولیا کرم اللہ وجہہ الکریم کی شان محبوبیت روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

اسماء الرجال حدیث ۵/۱۲

۱-۱۲: تفصیل ملاحظہ کیجئے حدیث ۹

زکریا بن یحییٰ بن ایاس بن سحنۃ السجزی بکسر المہملۃ وسکون الجیم بعدھا زای۔ ابو عبدالرحمٰن۔ نزیل دمشق۔ یعرف بخیاط السنۃ ثقۃ حافظ من الثانیۃ عشرۃ۔ مات سنۃ تسع وثمانین ومائتین (تقریب ص۱۰۷)

۲-۱۲: نصر بن علی۔ نصر بن علی الجھضمی ثقۃ ثبت۔ طلب للقضاء فامتنع من العاشرۃ (تقریب ص۳۵۷)۔ روی عن ابیہ وزید بن زریع وعبد الاعلیٰ ابن عبد الاعلیٰ۔ ومسلم بن ابراھیم وخلق کثیر۔ روی عنہ الجماعۃ۔ وروی النسائی ایضاً عن زکریا السجزی

٣ الولي

... ويحيي بن محمد بن مساعد وآخرون وقال النسائي وابن فراش ثقة. وقال ابو علي بن الصواف عن عبد الله بن احمد لما حدث نصر بن علي بهذا الحديث يعني حديث علي ابن ابي طالب ان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم اخذ بيد حسن وحسين فقال من احبني واحب هذين وأباهما وامهما كان في درجتي يوم القيامة - المتوكل بضربه الف سوط. فكلمه فيه جعفر بن عبد الواحد وجعل يقول له هذا ابن اهل السنة فلم يزل حتى تركه. وقال السخاوي مات في ربيع الآخر سنة خمسين ومائتين (تهذيب ج۱۰ ص۴۳۱)

٣-١٢: - عبد الله بن داود بن عامر الهمداني ابو عبد الرحمن الخريبي بمعجمة وموحدة مصغرا كوفي الاصل ثقة. عابد بن التاسعة (تقريب ص۱۷۲)

روى عن اسماعيل بن ابي خالد وسلمة ابن نبيه والاعمش وجماعة وعنه الحسن بن صالح ابن حي وهو من شيوخه وعارم ومسود...... ونصر بن علي الجهضمي وبشر بن موسى وغيرهم. قال ابن سعد كان ثقة عابداً ناسكاً قال معاوية بن صالح عن ابن معين ثقة صدوق مامون وقال الدارقطني ثقة زاهد - قال ابن سعد مات في شوال سنة ثلاث عشرة ومائتين وقال الخليلي - امسك من الرواية قبل موته قال الذهبي فلذلك لم يسمع منه البخاري (تهذيب ج۵ ص۱۹۹ ص۲۰۰)

٤ - عبد الواحد بن أيمن وثقه - ابن معين، وقال ابو حاتم صالح الحديث وعن النسائي والبراق. ليس به بأس الجرح و

والتعدیل (۶: ۱۹) (التہذیب ۶: ۴۳۳) ووالد عبد الواحد۔ ھو ایمن المکی وثقۃ ابو زرعۃ، ابن حبان۔ (التہذیب ج ۱ ص ۳۴۹)

حدیث ۱۳
حدثنا احمد بن سلیمان الرھاوی قال حدثنا عبد اللہ قال انبانا ابن ابی لیلیٰ عن الحکم والمنھال عن عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ عن ابیہ انہ قال لعلیؓ وکان یسمر معہ ان الناس قد انکروا منک انک تخرج فی البرد فی الملاء وتخرج فی الحر فی الحشو والثوب الغلیظ قال اولم تکن معنا بخیبر قال بلیٰ قال فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم بعث ابا بکر وعقد لہ الرایۃ فرجع وبعث عمر وعقد لہ لواء فرجع بالناس فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم لاعطین الرایۃ رجلاً یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ کرار لیس بفرار فارسل الیّ وانا ارمد فقلت انی ارمد فتفل فی عینیّ وقال اللھم اکفہ اذی الحر والبرد قال فما وجدت حراً بعد ذالک ولا برداً۔

ترجمہ ابی لیلیٰ سے روایت ہے۔ انہوں نے (حضرت) علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے کہا جب کہ وہ ان کے ساتھ جا رہے تھے کہ آپ پر لوگ تعجب کرتے ہیں اس لئے کہ آپ سردی میں باریک کپڑوں میں باہر آتے ہیں اور گرمی میں روئی کے موٹے سخت قسم کے کپڑے پہن کر باہر آتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا تو خیبر کی لڑائی میں ہمارے ساتھ نہیں تھا اس نے کہا یقیناً تھا تو آپ نے فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (جناب) ابوبکر (صدیق) رضی اللہ عنہ کو علم دے کر بھیجا تو وہ لوٹ آئے

پھر (جناب) عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو علم دے کر بھیجا تو وہ بمعہ ساتھیوں کے پلٹ آئے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ضرور بالضرور میں اس شخص کو علم دوں گا جو اللہ جل جلالہٗ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو دوست رکھتا ہے اور خداوند بزرگ و برتر و رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس شخص سے محبت کرتے ہیں جو پلٹ پلٹ کر حملہ کرنے والا ہے۔ بھاگنے والا نہیں ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے میری طرف آدمی بھیجا۔ حالانکہ میری آنکھیں دکھ رہی تھیں تو میں نے عرض کیا کہ میری آنکھیں دکھ رہی ہیں۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے میری دونوں آنکھوں پر تھوکا اور دعا فرمائی اے میرے اللہ! اس کو گرمی اور سردی کی تکالیف سے بچا (جناب) علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے ارشاد فرمایا اس دعا کے بعد میں نے کبھی بھی گرمی سردی کی تکلیف محسوس نہیں کی۔

حل لغت اَنکَرُوا۔ تعجب کرتے ہیں۔ اس کا مصدر اِنکارٌ ہے۔ جس کے معنی نہ پہچاننا۔ قبول نہ کرنا۔ نہ ماننا۔ تسلیم نہ کرنا۔ تعجب کا اظہار کرنا۔ عجیب و غریب سمجھنا۔ حَشْوٌ۔ روئی بھرنا۔ کَرّارٌ۔ بار بار پلٹ پلٹ کر دشمن پر وار کرنے والا۔ بار بار حملہ کرنے والا۔ یہ کَرٌّ کی صفت ہے۔ اَرْمَدُ میری آنکھیں دکھ رہی تھیں۔ الرمد۔ آشوب چشم۔ آنکھ کا دکھنا۔ تَفَلَ تھوکا تُفْلٌ مصدر ہے۔ جس کے معنی تھو تھو کرنا۔ ایسی تھو تھو کرنا جس میں کچھ تھوک بھی نکلے۔

تشریح ارشاد ہے۔ "جب کہ وہ ان کے ساتھ جا رہے تھے"۔ یعنی ابی لیلیٰ، جناب سیدنا امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ ایک سفر میں ہم رکاب تھے۔ ارشاد ہے کہ "لوگ آپ پر تعجب کرتے ہیں۔

اس لئے کہ آپ سردی میں باریک کپڑوں میں باہر آتے ہیں اور گرمی میں رُوئی کے موٹے سخت قسم کے کپڑے پہن کر باہر نکلتے ہیں۔" گویا سردیوں میں باریک لباس کی وجہ سے آپ کو سردی نہیں محسوس ہوتی اور گرمیوں میں رُوئی کے دبیز موٹے سخت قسم کے کپڑے زیب تن فرما کر تشریف فرما ہوتے ہیں۔ تو آنجناب کے وجودِ مبارک پر گرمی کا ذرہ برابر احساس نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی دیکھنے والا آپ پر گرمی کے آثار پاتا۔ یہ کیفیت دیکھ کر ہر ایک تعجب کا اظہار کرتا تھا۔ اور عجیب و غریب واقعہ سمجھتا۔ اسی لئے ابی لیلیٰ نے حیرت و استعجاب کا اظہار کیا۔ ارشاد ہے۔ "آپ کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا کیا تو خیبر کی لڑائی میں ہمارے ساتھ نہیں تھا تو اس نے کہا کہ یقیناً میں تھا۔" گویا اس واقعہ کو آپ اُسے یاد کروا رہے ہیں کہ واقعہ تو تمہاری موجودگی میں ہُوا تھا پھر تمہیں یاد کیوں نہیں رہا۔ پھر آپ کرم اللہ وجہہ نے واقعات بیان فرمائے۔ خیبر مدینہ منورہ سے دو سو میل کے فاصلہ پر یہودیوں کا ایک مرکزی مقام تھا۔ بقولِ مولینا شبلی نعمانی "وہ نخلستان جس کے کنارے پر خیبر ہے نہایت زرخیز ہے۔ یہاں یہود نے نہایت مضبوط متعدد قلعے بنائے تھے جن میں سے بعض کے آثار اب تک باقی ہیں۔ (سیرۃ النبی ج ۱ ص ۳۴۸)۔

خیبر میں چھ قلعے تھے قموص، سالم، نطاۃ، شق۔ قصارہ اور مرتبطہ ان تمام قلعوں میں قموص بہت ہی مضبوط قلعہ تھا عرب کا مشہور و معروف پہلوان مرحب جو کہ ہزار سوار کے برابر جانا جاتا تھا۔ اسی قلعہ کا رئیس تھا۔ محرم ۷ھ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے سولہ سو مجاہدین کا لشکر تھا جس میں دو سو، سوار تھے باقی پیدل۔ ارشاد ہے۔ "رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ضرور بالضرور میں اس شخص کو علم عطاء کروں گا جو اللہ جل جلالہٗ، اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوست رکھتا ہے۔ اور خدا وند تعالیٰ و رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شخص سے محبت کرتے

ہیں۔" مولینا شبلی نعمانی سیرۃ النبی ج ۱ ص ۳۴۸ پر لکھتے ہیں:

"اس وقت لڑائیوں میں عَلَم کا رواج نہ تھا چھوٹی چھوٹی جھنڈیاں ہوتی تھیں یہ پہلا مرتبہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے تین عَلَم تیار کروائے وہ عَلَم جو خاص عَلَمِ نبوی تھا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو مرحمت فرمایا۔ وہ عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کی چادر سے تیار کیا گیا تھا۔" ارشاد ہے "پلٹ پلٹ کر حملہ کرنے والا ہے بھاگنے والا نہیں ہے۔" زبانِ نبوّت سے جو کہ وحیِ الٰہی ہے جناب امیر المؤمنین ابوتراب سیدنا و مرشدنا و مولینا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی کتنی اعلیٰ اور پاکیزہ تعریف ہو رہی ہے۔ کہ وہ بہت ہی بہادر، لڑائی کی تدابیر سے کماحقہٗ واقف ہے۔ دشمن سے ڈرتا ہی نہیں بلکہ بار بار، پلٹ پلٹ کر دشمن پر حملہ آور ہوتا ہے اور اسے کیفر کردار تک پہنچاتا ہے۔ اتنے پکّے اور پختہ عزم کا مالک ہے کہ بھاگنا اس کے ذہن مبارک میں ہے ہی نہیں۔ ارشاد ہے "تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے میری طرف آدمی بھیجا حالانکہ میری آنکھیں دکھ رہی تھیں۔" یعنی جنگِ خیبر کے دن جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے طلب فرمایا تو میری آنکھیں دکھ رہی تھیں یہاں تک کہ کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا تھا کافی سے زیادہ سوجن تھی۔ مگر جب بلانے والا آیا تو میں حاضر خدمت ہو گیا۔ میری اس کیفیت کو دیکھ کر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مجھے قریب بلایا۔ ارشاد ہے "تو حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے میری آنکھوں پر تھوکا۔" یعنی میری دونوں آنکھوں پر اپنا لعاب دہن لگایا۔ لعاب دہن لگتے ہی میری آنکھیں شفایاب ہو گئیں۔ آنکھوں کی سوجن، درد اور سوزش جاتی رہی۔

ایک حدیث میں ہے۔ فَبَرَأَ فَاَنْ لَّمْ یَکُنْ بِهٖ وَجَعٌ۔ "و بس دونوں آنکھیں تندرست ہو گئیں گویا ان کو کبھی دکھ ہوا ہی نہ تھا۔" سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے لعاب دہن مبارک میں ہر قسم کی بیماری کے لئے شفا تھی۔ اور یہ

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود مبارک کے معجزات میں سے ایک معجزہ تھا۔ ارشاد ہے "اور دعا فرمائی اے میرے اللہ! اس کو گرمی اور سردی کی تکلیف سے بچا۔ (جناب) علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا اس دعا کے بعد میں نے کبھی بھی گرمی اور سردی کی تکلیف محسوس نہیں کی"۔

جناب علامہ ابوالحسن صاحب مصنف فیض الباری شرح اردو صحیح البخاری فرماتے ہیں "اس حدیث سے بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی کمال فضیلت ثابت ہوئی کہ نہ ان کو گرمی لگتی تھی۔ اور نہ سردی، اور یہ ایسی فضیلت ہے کہ ان کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوئی"۔

❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖

اسماء الرجال حدیث ۶/۱۳

۱۔ ۱۳: احمد بن سلیمان الرھاوی۔ ملاحظہ کیجئے۔ حدیث ۶۔

۲۔۱۳: عبید اللہ ۔تفصیل ملاحظہ کیجئے، حدیث ۸۵۔ حاشیہ ۳

۳۔ ۱۳: ابن ابی لیلیٰ، ھو محمد بن عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ الانصاری الکوفی القاضی ابو عبد الرحمٰن صدوق سیئ الحفظ جدا من السابعۃ۔ مات سنۃ ثمان واربعین (تقریب ص۳۰۸)

روی عن اخیہ عیسیٰ و ابن اخیہ عبد اللہ بن عیسیٰ ونافع مولیٰ ابن عمر و ابی الزبیر المکی وعطاء بن ابی رباح وعطیۃ وعمرو بن مرۃ وسلمۃ بن کہیل والمنہال بن عمرو وداؤد بن علی والاجلح بن عبد اللہ . . وغیرھم . روی عنہ ابن عمران وقریبہ عیسیٰ بن المختار بن عبد اللہ بن عیسیٰ . . وعبید اللہ بن موسیٰ وابو نعیم وآخرون . وھو سیئ الحفظ قال شعبۃ" افادنی ابن ابی لیلیٰ احادیث فاذا ھی مقلوبۃ وقال ابن حجر صدوق سیئ الحفظ جدا . . .

وقال ابن خزیمة لیس بالحافظ وان کان فقیھا عالما۔ (التھذیب ج ۹ ص ۳۰۱، ۳۰۳، المیزان ج ۳ ص ۶۱۳)۔

۴۔۱۳: الحکم بن عتیبة بالمثناة ثم الموحدة مصغراً ابو محمد الکندی الکوفی ثقة ثبت فقیه الا انه ربما دلس۔ من الخامسة مات سنة ثلث عشرة اوبعدھا وله نیف وستون (تقریب ص ۸۰)

روی عن ابی جحیفة وزید بن ارقم۔۔۔ وابن ابی لیلیٰ وغیرھم من التابعین وروی عمرو بن شعیب وھو اکبر منه وعنه الاعمش ومنصور ومحمد بن جحادة وابو اسحاق السبیعی وابو اسحاق الشیبانی وقتادة وغیرھم من التابعین وقال مجاھد بن رومی رأیت الحکم فی مسجد الخیف وعلماء الناس عیال علیه وقال جریر عن مغیرة کان الحکم اذا قدم المدینة اخلوا له ساریة النبی صلی اللّٰہ علیه وآله وسلم یصلی الیھا۔ وقال عباس الدوری کان صاحب عبادة وفضل وقال ابن عیینة ما کان بالکوفة بعد ابراھیم والشعبی مثل الحکم وحماد وقال ابن مھدی الحکم بن عتیبة ثقة ثبت ولکن یختلف معنی حدیثه وقال ابن معین وابو حاتم والنسائی ثقة ثبت۔ وقال ابن سعد کان ثقة فقیھا عالما رفیعا کثیر الحدیث۔ (التھذیب ج ۲ ص ۴۳۲)

۵۔۱۳: والمنھال۔ ملاحظہ کیجئے اسماء الرجال حدیث (۶-۴)

۶۔۱۳: عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ الانصاری المدنی ثم الکوفی ثقة من الثانیة اختلف فی سماعة من عمر مات بوقعة الجماجم سنة ست وثمانین قیل انه غرق (تقریب ۲۰۹)

۷-۱۳: ابیہ : یہ عبدالرحمٰن کے والد ابی لیلیٰ انصاری ہیں۔ صحابی ہیں۔
ان کا نام بلال یا بلیل ہے۔ وقال داود وقلیل ھو یسار وقیل اوس
شہد احد اوما بعدھا وعاش الیٰ خلافۃ علی (تقریب ص۴۲۲)

دعوتِ عمل

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ یہودی علماء کی عادت تھی کہ وہ لوگوں کو نیکی کی تلقین اور ترغیب کرتے تھے۔ مگر خود اس پر عمل نہیں کرتے تھے۔ آج کل کے بعض علماء دین بھی ایسے نظر آتے ہیں جو خود تو عمل نہیں مگر دوسروں کو تبلیغ کرتے رہتے ہیں اور اس کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ لوگوں پر کسی قسم کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

علامہ ابن کثیر نے ابوداؤد سے روایت کی ہے۔ انسان اس وقت عقلمند ہوتا ہے جب وہ دوسرے کو ڈرائے اور اس پر خود سختی سے عمل کرے تو ان کا کہنا کارگر ہوتا ہے۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری امت کے علماء لوگوں کو تو نیکی کا درس دیں گے۔ مگر خود اس پر عمل پیرا نہ ہونگے۔ دوسروں کو روشنی تو دکھائیں گے مگر خود روشنی سے دور ہوں گے۔ مطلب اندھیرے میں بھٹکتے رہیں گے۔

اس لئے تو اللہ جل جلالہٗ نے فرمایا۔ لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ ط كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَالَا تَفْعَلُوْنَ ط (تم وہ بات کیوں کہتے ہو جس پر تم عمل نہیں کرتے)۔

(اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ غضب میں لانے والی بات یہ ہے کہ تم ایسی بات کہو کہ جس پر عمل نہ کرو۔)

مفتی مشتاق احمد
فاضل پشتو پنجاب یونیورسٹی

سیر السلوک الیٰ ملک الملوک

(مدیر اعلیٰ)

چوتھا باب نفسِ امارہ کے بیان میں ہے۔ مقام اوّل میں نفس کو نفسِ امّارہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ اور اس پہلے مقام کو مقام ناسُوت بھی کہتے ہیں۔ اس نفسِ امارہ کی سیر، عالم (جہان)، حال (کیفیّت)، وارد ہونا (داخل ہونا)، اس کی صفات (علامات)، چھٹکارا پانے کا طریقہ اور دوسرے مقام کی طرف ترقی (بڑھنے) کا ذکر پہلے گذر چکا ہے۔ اور اس دوسرے مقام پر نفس کو نفسِ لوّامہ کہا جاتا ہے۔ اور اس مقام میں اس نفس لوّامہ کی سیر الی اللہ کا عالم (جہان)، عالم شہادت (موجود) ہے اور اس کا محل (وجود میں جگہ) صدر یعنی سینہ ہے۔ اور اس کا حال (کیفیت) میلان ہے اور اس کا وارد (ملوک میں داخل ہونا) شریعت کی پابندی ہے اور اس نفس لوّامہ کی صفات عنقریب بیان کی جائیں گی اور جب سالک کو درج ذیل علامات اپنے نفس میں دکھائی دیں تو جان لے کہ وہ مقام اوّل میں ہے اور یہ ظلمات (تاریکیوں) کا مقام ہے گویا اس مقام پر سالک کا نفس بہت زیادہ بُرائیوں کا حکم کرنے والا ہوتا ہے جیسے کہ نادانی، بُخل، حرص، تکبّر، غصّہ، فساد، خواہشات نفسانی، حسد، غفلت (بے خبری)، بُرے اخلاق اور بُرے کاموں میں مشغولیت یعنی فضول وقت ضائع کرنا، ٹھٹھا مذاق، بغض، زبان و ہاتھ سے دوسروں کو تکلیف دینا اور اسی طرح کی دیگر بُرائیاں نفس خبیثہ کی علامتیں ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "تیرا سب سے سخت دشمن تیرا نفس ہے جو کہ تمہارے دونوں پہلوؤں کے درمیان (سینے میں) ہے۔ اور یہی نفسِ (امارہ) ہے اور پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

ہم لوٹ آئے ہیں۔ جہادِ اصغر (چھوٹا جہاد) سے جہادِ اکبر (بڑا جہاد) کی طرف، پس کافروں کے ساتھ لڑنے کو جہادِ اصغر کا نام دیا اور اپنے نفس کے ساتھ لڑنے کو جہادِ اکبر فرمایا۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان کی طبیعت (مزاج) میں ظلمت (نافرمانی) پائی جاتی ہے۔ پس اس نافرمانی کی موجودگی حق و باطل (سچ اور جھوٹ) میں تمیز مٹا دیتی ہے اور یہ نافرمانی خیر و شر (بھلائی اور برائی) کا امتیاز ختم کر دیتی ہے۔ اور شیطان اسی نافرمانی کی وساطت سے انسان پر اثر انداز ہوتا ہے پس اے بھائی تو اپنے نفس سے خوف کر اور اس کی طرف سے بے فکر نہ رہ اور اگر کوئی ایک اس کو تکلیف پہنچائے تو تو اپنے نفس کی اعانت نہ کر بلکہ اسے تکلیف دینے والے کا مددگار بن جا۔

تبصرۂ کتب، تبصرے کے لیے دو کتابیں بھیجنی ضروری ہیں

عنوان:- مدینۃ النبی کل اور آج

مصنف:- ڈاکٹر خالد عباس الاسدی

ناشر:- اساطیر پبلشرز لاہور ۱۹۹۲ء

صفحات:- ۱۰۲

قیمت:- ۲۲۵/- روپے

ملنے کا پتہ:- اساطیر پبلشرز ملک چیمبرز نزد اسٹیشن کورٹس لوئر مال لاہور

سید محمد انور شاہ قادری

فیصل آباد (پاکستان) کے ڈاکٹر خالد عباس الاسدی صاحب پیشے کے لحاظ سے ایک ڈاکٹر کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اُن کی شخصیت کے دیگر پہلو بھی نمایاں ہوتے جا رہے ہیں۔ اور اب اُن کی ذات کا عرفان، شاعر، ادیب، محقق اور سب سے بڑھ کر عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیثیت سے سامنے آچکا ہے۔ عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دیار حبیب پہنچا کر مسجد نبوی کی تعمیر و تزئین کے کام میں مصروف کارکنوں کی صحت کی دیکھ بھال ایسے مقدس فریضے پر مامور کردیا۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے مدینہ منورہ کی حاضری اور قیام پر یوں روشنی ڈالی ہے

"رب کائنات کی اس نعمت عظمیٰ کا شکر کن الفاظ میں ادا کروں جس ذات والا شان نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے در پر حاضری اور حضوری کا شرف بخشا اور قیام مدینہ میری قسمت میں لکھا۔ اسے میں اپنی خوش بختی کی معراج سمجھتا ہوں۔ مسجد نبوی کے توسیعی پروجیکٹ میں جو خادم حرمین شریفین ملک فہد بن عبدالعزیز آل سعود کے نام سے موسوم ہے میں بطور ڈاکٹر سعودی عرب کی معروف تعمیراتی کمپنی بن لادن کی طرف سے اپنے فرائض انجام دے رہا ہوں۔ میرا کام اُن لوگوں کی مرہم پٹی اور علاج معالجہ کرنا ہے۔ جو براہ راست مسجد نبوی کی تعمیر میں حصہ لے رہے ہیں"۔ (ص ۴)

ڈاکٹر صاحب نے اپنے قیام مدینہ منورہ سے بھرپور فائدہ اُٹھاتے ہوئے اپنی محبت و عقیدت اور مشاہدات و تاثرات کو الفاظ کا روپ دے کر زیر تبصرہ کتاب کی صورت میں پیش کردیا۔ جس میں مدینہ منورہ مسجد نبوی اور مدینہ کی دیگر مساجد کے متعلق گراں قدر معلومات فراہم کی ہیں۔ مدینہ منورہ دنیا کے ہر خطے کے مسلمانوں کے لیے ہر دور میں عقیدتوں اور محبتوں کا مرکز و محور رہا ہے، خصوصاً مسجد نبوی اور گنبد خضراء تو اس کی جان ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے مدینہ طیبہ کی جو تاریخی عظمت بیان کی ہے وہ اپنی جگہ مسلم ہے لیکن اس کے آغاز میں ڈاکٹر صاحب نے اُس مقدس شہر کے تقدس اور رفعت و بلندی پر جو اقتباس رقم کیا ہے اس سے مدینہ منورہ کے

ساتھ ڈاکٹر صاحب کی قلبی اور روحانی وابستگی کا اظہار ہوتا ہے۔

آپ لکھتے ہیں۔ "مدینہ ملتِ اسلامیہ کا دل ہے۔ علوم کائنات کے معلمِ اعظم کی آخری آرام گاہ ہے۔ یہاں پر باران رحمت لمحہ بہ لمحہ پورے شباب پر ہے۔ روضہ اقدس پر سایہ کیے ہوئے گنبد خضرا کا نظارہ عالم اسلام کی آنکھوں کا نور اور دل کا سرور ہے۔ مدینہ منورہ میں رحمت للعالمین کے جسد اقدس کا وہ دفینہ ہے جس کی محبت نجات کا سفینہ اور ایمان کا قرینہ ہے۔ یہ شہر ٹوٹے ہوئے دلوں کا سہارا اور گنہگاروں کے لئے رحمت کا اشارہ ہے۔ کتنے بانصیب ہیں وہ قلوب جنہیں محبت مدینہ نے دھڑکنا سکھایا۔ کتنی بامراد ہیں وہ بے قرار آنکھیں جو دیدار مدینہ کے انتظار میں اشکبار ہیں۔ عنایات کی خاص بارش ہے اُن لوگوں پر جو دیار حبیب میں آباد ہیں۔ ان قدسی فضاؤں میں بسنے والے خوش نصیب زندہ رہنے کی تمنا کے ساتھ ساتھ شفیع المذنبین کے شہر میں مرنے کی بھی آرزو کرتے ہیں"۔ (ص ۱۱)

سید عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب مکہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی تو مدینہ میں مسلمانوں کی عبادت اور تعلیم و تربیت کے لیے ایک مسجد تعمیر فرمائی، جسے تاریخ اسلام میں مسجد نبوی کے نام سے شہرت ملی۔ ڈاکٹر صاحب نے اس مسجد نبوی کی تعمیر اول سے لے کر موجودہ دور تک کی تعمیراتی تاریخ کی تفصیلات فراہم کی ہیں۔ سلطنت عثمانیہ کے حکمرانوں نے جس طرح والہانہ عقیدت و محبت سے مسجد نبوی کی تعمیر میں حصہ لیا وہ ہماری اسلامی تاریخ کا درخشاں باب ہے۔ ڈاکٹر صاحب اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"ترک سلاطین کی تعمیرات میں ان کا جذبہ ایمانی پوری آب و تاب سے جھلک رہا ہے۔ ۹۸۰ھ میں سلطان سلیم ثانی نے مسجد کی تعمیر کی۔ حجرہ انور کا گنبد نہایت خوبصورت بنوایا۔ اسے منقش رنگین پتھروں سے مزین کیا اور آبِ زر سے گل کاری کروائی گئی۔ ۱۲۳۳ھ میں سلطان محمود نے روضہ اقدس کے گنبد کو از سرِ نو تعمیر کروایا۔ ۱۲۵۵ھ میں اس نے گنبد پر سبز رنگ کروایا جس کی وجہ سے اس خوبصورت گنبد کا نام گنبد خضرا پڑ گیا۔ جو اہل ایمان کے لیے فردوس نظر ہے"۔ (ص ۲۳)

سلطنت عثمانیہ کے زوال اور خلافت کے خاتمے کے بعد جب سعودی خاندان برسر اقتدار آیا، تو جدید دور کے تقاضوں کے مطابق مسجد نبوی کی تعمیر کا کام شروع ہوا۔ اس خاندان کے موجودہ حکمران شاہ فہد بن عبدالعزیز نے مدینہ منورہ کی تعمیر و توسیع اور تزئین و آرائش کا جو منصوبہ بنایا اسے شاہ فہد منصوبے کا نام دیا گیا ہے اور اس میں مسجد نبوی کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اس کے ڈیزائن میں فاطمی طرز تعمیر کا رنگ نمایاں ہے۔ اس منصوبے کی تکمیل کے بعد عہد رسالت کا پورا مدینہ مسجد نبوی میں شامل ہو جائے گا۔ ڈاکٹر صاحب اس پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں

"مسجد نبوی کا رقبہ ۱۶،۵۰۰ مربع میٹر ہے۔ جس میں ۲۸ ہزار نمازی سما سکتے ہیں۔ ۸۲ ہزار مربع میٹر کا اضافہ کیا گیا ہے اس طرح مسجد کا کل رقبہ ۹۸،۵۰۰ مربع میٹر ہو جائے گا۔ اس توسیع شدہ حصے کے بعد مسجد میں تقریباً ساڑھے چھ لاکھ نمازی بہ یک وقت نماز ادا کر سکیں گے۔ یہ رقبہ موجودہ رقبے سے چھ گنا ہو جائے گا۔

ایام حج میں ۱۰ لاکھ نمازی بہ یک وقت مسجد میں سما سکیں گے۔ مسجد اور اس کے ارد گرد میدانوں میں عہد رسالت کا پورا مدینہ شامل ہو جائے گا،،۔ (ص ۴۸)

مسجد نبوی کو ائر کنڈیشنڈ کرنے کے لیے دنیا کے سب سے بڑے ائر کنڈیشنگ کمپلیکس کی تعمیر بھی اس منصوبے کا حصہ ہے۔ اور ۷ میل لمبی سرنگ کے ذریعے اسے مسجد نبوی سے ملا دیا جائے گا۔ نیز زائرین کی سہولت کے لیے زلزلہ پروف کار پارکنگ اور برقی سیڑھیاں بھی تعمیر کی جائیں گی۔ مسجد نبوی کے گرد و پیش کے علاقے کی تعمیر بھی اس منصوبے میں شامل ہے۔ ڈاکٹر صاحب اس منصوبے کے متعلق لکھتے ہیں۔

"اس ترقیاتی منصوبے کا رقبہ ۱۷،۰۰۰،۰۰۰ مربع میٹر ہے۔ یہ منصوبہ رہائشی تجارتی سہولتوں سڑکوں فٹ پاتھوں، کھلے میدانوں، پارکنگ اور باغبانی پر مشتمل ہوگا۔ یہاں ۳۵،۰۰۰ مقامی باشندے اور ۷۰۰،۰۰۰ زائرین سما سکیں گے،،۔ (ص ۴۱)

شاہ فہد منصوبے کے مطابق مدینہ منورہ کی دیگر مساجد کی تعمیر و توسیع کا کام پایہ تکمیل کو پہنچ چکا ہے۔ البتہ مسجد نبوی کی تعمیر و توسیع اور تزئین و آرائش کا کام جاری ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے زیر نظر تصنیف میں تعمیر و توسیع کے اس عظیم الشان منصوبے کی تفصیلات بڑی محنت اور عرق ریزی سے فراہم کی ہیں اس کار خیر میں حصہ لینے والے کاریگروں، ہنرمندوں کے علاوہ مسجد نبوی کے مختلف حصوں کے رقبہ جات اور اس میں زائرین کی گنجائش تعمیراتی کام میں استعمال ہونے والے مختلف ساز و سامان کی ساخت و حجم رنگ و کیفیت کے متعلق بڑی دلچسپ معلومات جمع کی ہیں۔ نیز مدینہ منورہ کے مختلف مقامات، مساجد اور اہم شخصیات کی تصاویر بھی شامل کی گئی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی گراں قدر تحقیقی اور تاریخی کاوش عام قارئین خصوصاً حج و عمرہ کی سعادت سے بہرہ مند ہونے والوں کے لیے بہترین رہنما ثابت ہو سکتی ہے۔ نیز مستقبل کے مورخین و محققین کے لیے یہ ایک بنیادی ماخذ (Primary source) کی حیثیت رکھتی ہے۔ کیونکہ ڈاکٹر صاحب شاہ فہد منصوبے کی تعمیری و توسیعی سرگرمیوں کے خود شاہد ہیں اور یہ تمام کام ان کی آنکھوں کے سامنے پایہ تکمیل کو پہنچ رہا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے اپنے جمالیاتی ذوق کی تسکین کے لیے کتاب کے ظاہری حسن کا بھی بھرپور اہتمام کیا ہے۔ گنبد خضرا کی فضا میں پرندوں اور پس منظر میں نیلے آسمان نے ٹائٹل کی دلکشی میں خاطر خواہ اضافہ کیا ہے۔ سفید آرٹ پیپر پر نفیس کتابت اور حاشیہ پر سبز رنگت نے کتاب کو انتہائی دیدہ زیب بنا دیا ہے۔ لیکن قیمت بہت زیادہ ہے۔ اگر اس کا کوئی سستا ایڈیشن عام قارئین کے استفادے کے لیے شائع کر دیا جاتا تو بہتر ہوتا۔ بہرحال یہ کتاب ڈاکٹر صاحب کی علمی و تحقیقی صلاحیتوں اور ان کے مدینے میں کیف آور لمحات کی آئینہ دار ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اسے اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ڈاکٹر صاحب کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ اپنی قلبی واردات اور روحانی کیفیات کو قلمبند کر کے عشاق کی تسکین کے لیے پیش کرتے رہیں آمین۔

نوجوانوں میں ادبی ذوق

سید مجاہد حسین کاظمی

ایبٹ آباد

آجکل جب شعر و فن کی بات ہوتی ہے تو اس موضوع کے ساتھ منسوب چند موضوعات پر نظر پڑتی ہے۔ اس مختصر سی تحریر میں ان امور پر تو بحث ناممکن ہے البتہ یہ کوشش ہے کہ اس دور کے نوجوانوں کے طبعی میلانات کے ادبی انداز فکر پر کچھ لکھا جاسکے۔ مقصد اصلاح احوال ہے۔ شعر و سخن یوں تو ہر دور میں اہل علم کی ضرورت ہوتی ہے یہ ان احباب کے ذوق تک ہے کہ وہ اس سے اپنی تسکین کس طرح کرتے ہیں۔ آج کل محبت کے تذکرے کچھ عام ہوتے جا رہے ہیں اور اس پاکیزہ تصور کو بھارتی اور مغربی ثقافت کی یلغار نے آلودہ کر دیا ہے چونکہ شاعری کا بنیادی تعلق احساسات اور جذبات سے ہوتا ہے اس لئے اس آلودگی نے شاعری پر بھی اثرانداز ہونا شروع کر دیا ہے۔ مثلاً اشعار کی بھرمار بسوں، ٹرکوں، رکشوں حتی کہ تانگوں تک پہنچ گئی بالخصوص لیڈیز سیٹ کے قریب تو ضرور کوئی نہ کوئی شعر لکھا نظر آ ہی جاتا ہے۔ یہ ایک سوچ کا انداز ہے جو ہماری تہذیب کو آلودہ کر رہا ہے۔ ایسی صورت میں شعر کا استعمال تو رہا، مگر شعر کے فن و وزن اور حقیقت کو نہ دیکھا گیا۔ لوگ تو شعراء کو دیوانہ بھی کہتے ہیں اور پھر شاعری کا سہارا بھی لینا پڑتا ہے گویا شاعر دیوانہ تو ہوتا ہے مگر بات پتے کی کہتا ہے۔ ایسے لوگ جو شاعری کے اثرات اور حقائق سے واقف ہیں وہ بہت کم ملتے ہیں بقول شاعر

ترانے گیت نغمے تو خوشی سے لوگ سنتے ہیں
کوئی سنتا نہیں جو داستان غم سناتا ہوں

جن کی خواہش شعر کے ذریعے تسکین قلب ہوتی ہے یا جو سکون ان سے کسی وجہ سے چھن جاتا ہے وہ اس کی بحالی کے لئے اپنے دل کی کیفیات کا اظہار شعار میں تلاش کرتے ہیں کیوں کہ شعر میں وہ کچھ بھی کہا جا سکتا ہے جس کے اظہار کیلئے الفاظ میسر نہیں ہوتے دل کی کیفیات کا بیان صرف شعر سے ہو سکتا ہے یہاں میری مراد صرف شعراء نہیں [illegible]

نگاہ اور محل استعمال ہر ایک کا اپنا اپنا ہے اہل ادب نے شعری ذوق اور اس کے استعمال کو ہمیشہ اس کے حقیقی اثرات کے مطابق عام کرنے کی سعی کی ہے۔ شعروادب سے انسان کی شخصیت کی تعمیر میں مدد ملتی ہے اور قابل قدر صفات کو تقویت حاصل ہوتی ہے اس کی وجہ سے انسان حقیقت پسندی کی طرف متوجہ ہوتا ہے دل میں خلوص اور دوسروں کے لئے ہمدردی پیدا ہوتی ہے دوسروں کے دکھوں کو اپنا دکھ تصور کرتا ہے ہر دکھی انسان کے لئے اس کے دل میں تڑپ پیدا ہوتی ہے۔ انسان دوستی اور محبت میں اضافہ ہوتا ہے جس کے سبب انسان کا دل بغض وحسد سے بچ جاتا ہے۔ دل کی دنیا بدل جاتی ہے رسمی باتوں کو چھوڑ کر حقیقی احترام آدمی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے یہی اوصاف ایک اچھے انسان کی پہچان ہوتے ہیں۔ خواہ زمانہ اسے دیوانہ ہی کیوں نہ سمجھے بقول غالب

باہر ہیں حد و فہم سے رندوں کے مقامات
کیا تجھ کو خبر کون کہاں جھوم رہا ہے

ایسے لوگوں کو دیوانہ کہنے والے درحقیقت ان روحانی اوصاف سے ناآشنا ہوتے ہیں اپنے آپ کو بھلا کر دوسروں کی فکر کرنا فقط صاحب عقل کا کام نہیں اُن کے لئے کچھ دیوانگی کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی لئے حضرت علامہ اقبالؒ کہتے ہیں

خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں
مرے مولا مجھے صاحب جنوں کر

شعری ذوق کو محبت و عشق سے جو نسبت ہے وہ اپنے مقام پر ایک حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ یعنی انسانی مزاج ہے کہ ہر اچھی چیز اسے اچھی لگتی ہے اور ہر بری چیز اسے بری لگتی ہے۔ لیکن محبت کے اور چاہت کے اس تصور کا اظہار مختلف پہلوؤں سے ہوتا ہے۔ جبکہ جو عام تاثر ہے وہ بڑا محدود ہے۔ اہل دل کے نزدیک حسن ایک وسیع خیال ہے جس کا ثبوت ہمیں مختلف اہل دل حضرات کے افکار و اشعار سے ملتا ہے۔ مثلاً انکے ہاں بلبل پھول، صبح، شام، شب، چاندنی، گلشن، سحر، چراغ، پروانہ، یا کہ اقبال کا شاہین اس طرح کی اشیاء کے تذکرے اکثر اشعار میں ملتے ہیں یہ سب انکے وسعت خیال کا مظہر ہیں یہ لوگ ہر چیز کو حقیقت اور لطافت کی نظر سے دیکھتے ہیں (جاری ہے)